اکیسویں آئینی ترمیم اور مذہبی حلقے

مولانا محمد ازہر

۱۶ دسمبر ۲۰۱۴ء کے سانحۂ پشاور کے موقع پر وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد حنیف جالندھری حفظہ اللہ عمرہ کے سفر پر تھے۔ اس سفر کا ایک مقصد جدّہ میں منعقد ہونے والی ''امام اعظم کانفرنس'' میں شرکت اور خطاب بھی تھا۔ سعودی عرب میں عام طور پر فقہ حنبلی پر عمل کیا جاتا ہے، مگر پاکستان، بنگلا دیش اور انڈیا کے لاکھوں مسلمان بسلسلۂ روزگار سعودی عرب میں مقیم ہیں، ان تارکین وطن کی عظیم اکثریت فقہ حنفی پہ عمل پیرا ہے۔ اس لیے سعودی عرب میں پہلی مرتبہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی شخصیت پر منعقد ہونے والی کانفرنس میں ان مسلمانوں نے والہانہ انداز میں شرکت کی۔ کانفرنس کے انعقاد کی تمام تر مساعی حضرت قاری محمد رفیق اور ان کے صاحبزادے اسامہ رفیق نے انجام دیں۔ سعودی انتظامیہ نے بھرپور تعاون کیا اور سعودی اہل علم وفضل نے امام ابوحنیفہؒ کی فقہی جلالتِ شان اور محدثانہ مقام کے موضوع پر فراخ دلانہ خطاب کیے۔ سعودی میڈیا نے اپنے موضوع کے اعتبار سے اس منفرد کانفرنس کو سراہا اور خصوصی کوریج دی۔ یہ کانفرنس ۱۹ دسمبر بروز جمعۃ المبارک منعقد ہوئی، جبکہ پشاور کا المناک، کربناک، دردناک اور افسوس ناک سانحہ ۱۶ دسمبر کو ہو چکا تھا۔ چنانچہ اس کانفرنس کے تمام شرکاء اور مندوبین نے اس سانحہ کی شدید مذمت کی اور کہا کہ ان دہشت گردوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور اسلام معصوم بچوں اور بے گناہ افراد کی جانیں لینے کی ہرگز اجازت نہیں دیتا، دہشت گردی کے سانحہ کو مذہب سے جوڑنا قطعاً غلط اور سازشی ذہن کی علامت ہے۔ ۱۶ دسمبر کے سانحہ کے پیش نظر ناظم اعلیٰ وفاق المدارس مولانا محمد حنیف جالندھری سفرِ عمرہ کو مختصر کرتے ہوئے وطن واپس پہنچے تو داڑھی، پردہ، مسجد، مدرسہ، مولوی، عالم سب کو غضب آلود اور خونخوار نگاہوں کا سامنا تھا۔ حکومت کے اندر اور باہر تمام سیکولر طبقوں کی توپوں کا رُخ مدارس کی طرف تھا۔ حالانکہ ہر مکتب فکر کے اہل دین نے پشاور کے متاثرہ خاندانوں سے غم گساری اور ہمدردی کا حق ادا کیا اور واقعے کی بھرپور مذمت کی۔ مولانا محمد حنیف جالندھری نے جدّہ سے وفاق المدارس کے ذمہ دار حضرات اور ملک کے دین دار حلقوں سے اپیل کی کہ سانحہ پشاور کے بعد آنے والا

جمعہ یوم دعا اور دہشت گردوں کے خلاف یوم مذمت کے طور پر منائیں، چنانچہ ملک کے طول وعرض میں اس جمعہ کو خطباء حضرات نے واشگاف الفاظ میں اس سانحہ کو ظلم وبہیمیت سے تعبیر کیا۔ مولانا جالندھری نے وطن پہنچتے ہی ۲۴ دسمبر کو "مجلس علمائے اسلام" (دیوبند مکتب فکر کی مذہبی وسیاسی جماعتوں کا اتحاد) کے اجلاس میں شرکت کی، جو اسلام آباد میں حضرت مولانا فضل الرحمن (امیر جمعیت علمائے اسلام) کی رہائش گاہ پر منعقد ہوا، اسی دن مولانا نے وزیر اعظم میاں نواز شریف کی کل جماعتی کانفرنس میں بھی شرکت کی تھی۔ مولانا نے اجلاس میں بتایا کہ میں وزیر اعظم سے ۱۶ دسمبر کے بعد سیکولر انتہا پسندی، لا مذہبیت کے جنون اور اہل مدارس کے خلاف نفرت انگیزی کے موضوع پر بات کی ہے۔ وزیر اعظم نے یقین دہانی کرائی ہے کہ مدارس کے خلاف، ہمارا کسی قسم کی کاروائی کا ارادہ نہیں ہے، ہم ملک سے صرف دہشت گردی کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں۔ مولانا فضل الرحمن صاحب نے جب اجلاس میں وزیر اعظم سے اپنی گفتگو کا خلاصہ بتایا تو تمام قائدین نے اس پر اطمینان کا اظہار کیا، مگر اسی رات وزیر اعظم نے قوم کے نام خطاب میں 20 نکات پر مشتمل قومی ایکشن پلان کا اعلان کیا تو اس میں مدارس کی رجسٹریشن اور نگرانی کی بات بھی کی جس سے تمام مدارس مشکوک پائے، گویا بالواسطہ تمام مدارس کو کٹہرے میں کھڑا کر دیا گیا۔ وزیر اعظم نے مولانا فضل الرحمن کو یقین دہانی کرانے کے باوجود قومی ایکشن پلان میں مدارس کا تذکرہ کن طاقتوں کے ایماء پر کیا اسے وزیر اعظم ہی بہتر جانتے ہوں گے، بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی اندرونی یا بیرونی دباؤ کا نتیجہ ہے۔

اس تازہ صورت حال پر مولانا محمد حنیف جالندھری نے 25 دسمبر کو اسلام آباد اور راولپنڈی کے علماء کرام کا اجلاس طلب کیا، بعد ازاں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم دہشت گردی کے خاتمہ کے لیے حکومت سے ہر قسم کا تعاون کرنے کے لیے تیار ہیں، ہم تمام ملکی قوانین کے پابند ہیں، پرویز مشرف کے دور میں رجسٹریشن اور نصابِ تعلیم کا مسئلہ طے ہو گیا تھا، آج تک کسی مدرسہ نے رجسٹریشن کرانے سے انکار نہیں کیا، قبل ازیں مدارس کی رجسٹریشن اختیاری تھی، پرویز مشرف کے دور میں اسے لازمی قرار دیا گیا جسے ہم نے قبول کیا، اسی طرح ہر مدرسہ کے آڈٹ کو بھی ضروری قرار دیا گیا جسے ہم نے قبول کیا۔ مدارس کا نصاب، انتظامی ڈھانچہ اور مالیات طے شدہ امور ہیں، قومی ایکشن پلان میں مدارس کے ذرائع آمدنی کی بات بھی کی گئی، جب کہ صورت حال یہ ہے کہ حکومت ایک طرف مدارس کے ذرائع آمدنی معلوم کرنا چاہتی ہے اور دوسری طرف کوئی مدرسہ کسی بینک میں اکاؤنٹ کھلوانے کے لیے رجوع کرے تو اکاؤنٹ نہیں کھولا جاتا۔ مولانا نے کہا کہ 2010ء میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں مولانا فضل الرحمن نے 500 علماء کی موجودگی میں تمام دینی حلقوں کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا تھا کہ "ہم نفاذِ اسلام کے لیے مسلح جدوجہد پر یقین نہیں رکھتے"۔ ان حقائق کے بعد وزیر اعظم کا مدارس کو ہدف بنانا فہم سے بالاتر ہے، مولانا نے کہا کہ قومی ایکشن پلان کے نفاذ سے پہلے ہی مختلف شہروں میں پولیس اور سیکورٹی ایجنسیوں نے مدارس کو کوائف طلبی کے نام پر ہراساں کرنا شروع کر دیا ہے، حتی کہ بعض مدارس کے طلبہ سے ان کے گھر کی مستورات کے نام تک پوچھے گئے جو انتہائی شرم ناک ہے۔

مولانا حنیف جالندھری نے جامعہ خیر المدارس میں اساتذہ کرام کے اجلاس کو مدارس کے دفاع کے سلسلہ میں وفاق المدارس کی کاوشوں سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ ہمارے اس دوٹوک موقف کی وجہ سے 30 دسمبر کو حکومت نے اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ کا اجلاس بلایا اور اعلان کیا کہ وفاقی وزیر داخلہ چوہدری نثار علی خان اتحاد تنظیمات مدارس کے قائدین سے مذاکرات کریں گے، لیکن اس اجلاس میں وزیر مذہبی امور سردار محمد یوسف اور داخلہ امور کے وزیر مملکت بلیغ الرحمن تشریف لائے۔ ہمارا خیال یہ تھا کہ وہ ملک میں دہشت گردی کے سلگتے ہوئے مسئلہ پر بات چیت کریں گے لیکن معلوم ہوا کہ ان کا ایجنڈا مکتب اسکیم تھی جس میں بچوں کو پرائمری تک مساجد میں تعلیم دینے کا منصوبہ تھا۔ مولانا نے کہا کہ میں نے اس اجلاس میں دہشت گردی کے مسئلہ پر حکومت کی غیر سنجیدگی پر افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ آپ وزیر اعظم اور وزیر داخلہ تک وفاق المدارس کا یہ موقف پہنچا دیں کہ جس طرح امریکہ نے نائن الیون کی آڑ میں اسلام اور مسلمانوں کو نشانہ بنایا، اسی طرح سانحہ پشاور کو دینی مدارس کے خلاف استعمال کیا جا رہا ہے۔

ہمارے وزیر داخلہ نے کہا ہے کہ 90 فیصد مدارس دہشت گردی میں ملوث نہیں، جس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ دس فیصد مدارس دہشت گردی میں ملوث ہیں۔ ملک میں اٹھارہ ہزار مدارس دینی خدمات انجام دے رہے ہیں، دس فیصد کا مطلب یہ ہے کہ اٹھارہ سو مدارس دہشت گرد ہیں، یہ مدارس اور اہل مدارس کی کھلی تضحیک و توہین ہے، اس طرح کا الزام تو پرویزی دور حکومت میں بھی نہیں لگایا گیا۔ پرویز مشرف بھی ایک فیصد مدارس کا نام لیتا تھا۔ مولانا نے کہا کہ اسی طرح کی ایک میٹنگ میں، میں نے پرویز مشرف کے دور میں جنرل احسان سے کہا کہ جنرل صاحب! آج اِسی اجلاس میں آپ ہمیں اُن ایک فیصد مدارس کی فہرست مہیا کر دیں جو دہشت گردی میں ملوث ہیں تاکہ ہم خود انہیں اپنی صفوں سے نکال کر قانون کے سپرد کر دیں تو اس کے جواب میں جنرل صاحب نے کہا کہ "یہ تو ہمیں بھی معلوم نہیں ہے"۔ مولانا نے کہا کہ ہمارے مسلک کے ممتاز علماء اور جلیل القدر علماء کو دہشت گردی کا نشانہ بنا کر شہید کیا گیا جن میں مولانا حسن جانؒ، مفتی نظام الدین شامزئیؒ اور مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ جیسی عظیم شخصیات شامل ہیں، اگر ہمارے دہشت گردوں سے تعلقات ہوتے تو ہمارے ہی آدمیوں کو نشانہ کیوں بنایا جاتا ؟؟ ایجنسیاں اپنی ذمہ داری ادا کریں ہم دہشت گردی کے خاتمہ کے لیے حکومت سے تعاون کے لیے تیار ہیں، لیکن ہم سانحہ پشاور کی آڑ میں مذہبی حلقوں کے خلاف سیکولر عناصر کی سازشوں کو کامیاب ہونے نہیں دیں گے۔

وفاقی وزیر داخلہ چوہدری نثار علی خان نے مولانا جالندھری سے رابطہ کر کے یقین دہانی کرائی کہ اکیسویں آئینی ترمیم کو مدارس کے خلاف استعمال نہیں کیا جائے گا، مولانا نے اس کے جواب میں کہا کہ ہمیں آپ پر اعتماد ہے مگر مقدمات تو اکیسویں آئینی ترمیم کے مطابق چلیں گے جس میں دہشت گردی کو مذہبی اور غیر مذہبی خانوں میں تقسیم کیا گیا ہے، گویا اب مذہبی و مسلکی عصبیت سنگین جرم اور لسانی اور علاقائی عصبیت کم تر جرم ہوگی، حالاں کہ جرم جرم ہے خواہ مذہب کی بنیاد پر ہو یا قومیت و لسانیت کی بنیاد پر۔ ریاست کے خلاف ہتھیار اٹھانا جرم ہونا چاہیے خواہ ہتھیار اٹھانے والے طالبان ہوں یا بلوچستان لبریشن آرمی۔ ☆